International Research Journal on Islamic Studies (IRJIS)
ISSN 2664-4959 (Print)
Journal Home Page: https://www.islamicjournals.com/
E-mail: tirjis@gmail.com / info@islamicjournals.com
Published by: "Al-Riaz Quranic Research Centre" Bahawalpur

Role and Impacts of Ṣūfī Convents (*Khānqā'ī System*) Towards Social Reformation: A Critical Review

1. Asim Iqbal,
Ph.D. Scholar,
Department of Islamic Studies,
NUML, Islamabad, Pakistan.
Email: asim3738@gmail.com

2. Saiqa Gulnaz,
M.Phil. Scholar,
Department of Islamic Studies.
NUML, Islamabad, Pakistan.

To cite this article: Iqbal, Asim "Role and Impacts of Ṣūfī Convents (Khānqā'ī System) Towards Social Reformation: A Critical Review" International Research Journal on Islamic Studies Vol. No. 2, Issue No. 1 (July 1, 2020) Pages (40–57)

Journal	International Research Journal on Islamic Studies Vol. No. 2 || July - December 2020 || P. 40-57
Publisher	Al-Riaz Quranic Research Centre, Bahawalpur
URL:	https://www.islamicjournals.com/role-and-impacts-of-sufi-convents2-1-3/
Journal homepage	www.islamicjournals.com
Published online:	01 July 2020

ABSTRACT:

The place of practice of Ṣūfī ethics and values (*Sulūk*) is very important in Islamic mystical order. People related to every *khānqah* used to visit their spiritual place and hermitage to take guidance and to get their soul purified. In this paper, we want to examine critically the role and impacts of *khānqah* concerning social improvement. This analytical review finds that the fundamental aims and objectives of Ṣūfī training provide spiritual nourishment to the followers as well as conveying the peaceful message of Islam around the globe. We came to know through this review that self-purification, mutual peaceful living, brotherhood,

welfare for the whole humankind, is an integral part of these Ṣūfī institutions. These mystics institutions and khānqā'ī systems are a source of positive impact upon human living style irrespective of race, color, and religion. The Ṣūfī contribution and impacts have also been admitted by scholars of various religions and critics. Several wrong practices are being exercised nowadays misusing the name of khānqā'ī system leaving negative impacts. The role of responsible Ṣūfī saints is required to curb and rectify the situation bring back to the objective of *khānqah* in real sense is to restore the broken link of humanity with Allah Almighty.

Keywords: Sufism, *khānqā*, Contribution, Impacts, Reformation

1. تمہید:

برصغیر پاک وہند میں اشاعتِ اسلام کے بہت سے ذرائع بیان کیے جاتے ہیں جن میں مسلمان تاجر اور صوفیاء کرام کی آمد اہم شمار کیے جاتے ہیں۔ برصغیر کے اس خطے میں اشاعتِ اسلام کے حوالے سے مؤخر الذکر ذریعہ ایک بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ صوفیاء کرام نے اس خطے میں اپنی آمد کے ساتھ ہی مقامی لوگوں کی نفسیات، معاشرتی رسوم ورواج، باہمی تعلقات اور عقائد و نظریات کا باریک بینی سے جائزہ لیا اور ایک ایسا تبلیغی اور اصلاحی نظام متعارف کروایا جو ایک طرف خالص اسلامی اصولوں اور نظریات پر مبنی تھا اور دوسری طرف مقامی لوگوں کی نفسیات کے عین مطابق۔ یہ نظام اپنے معروف معنوں میں تصوف یا خانقاہی نظام سے جانا جاتا ہے۔ برصغیر کی تاریخ کے حوالے سے یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اس سرزمین میں اسلام جس تلوار سے پھیلا وہ صوفیاء کرام کے اخلاق اور بلند کردار کی تلوار تھی۔ صوفیاء کرام نے اشاعتِ اسلام اور معاشرتی اصلاح کے لیے خانقاہی نظام کی بنیاد رکھی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نظام نے برصغیر کے لوگوں کو کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر دائرہ اسلام میں داخل کر دیا۔ نیز ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں سے تمام موجودہ خرابیوں کو دُور کر کے ایک انتہائی مہذب اور صالح معاشرے کی بنیاد رکھی۔ اس مقالے میں صوفیاء کرام کے مرتب کردہ اسی خانقاہی نظام کی انفرادی، اجتماعی اور معاشرتی خدمات، کردار اور اثرات کو بیان کیا جائے گا۔

2. خانقاہی نظام کا تعارف:

معروف معنوں میں خانقاہ وہ جگہ ہے جہاں راہب، صوفی اور درویش قسم کے تارکِ دنیا لوگ گوشہ نشینی اختیار کر کے عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے ہیں۔ خانقاہ عموماً کسی بزرگ کی قیام گاہ، قبر یا مزار پر بنائی جاتی ہے۔ لفظِ خانقاہ دو الفاظ "خان" اور "قاہ" کا مرکب ہے۔ لفظِ خان بمعنیٰ بزرگ اور قاہ بظاہر فارسی لفظ گاہ سے بگڑا ہوا ہے۔ جس کے معنیٰ کسی زندہ بزرگ کی جائے قیام یا مردہ آدمی کے مزار کے ہیں۔[1] لغوی معنیٰ کی مناسبت

[1] Urdu Daira Maraf-e-Islami, *Danish Ghah-e-Punjab* (Lahore: Punjab University, 1986), 4:668.

سے تصوف کی اصطلاح میں عام طور پر لفظِ خانقاہ انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ عبد الصمد صارم خانقاہ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: خانقاہ کی اصل فارسی لفظ "خانگاہ" ہے۔ یعنی سردار کے رہنے کی جگہ۔ اہلِ عرب نے اسے معرب کر کے خانقاہ بنالیا۔[2]

گویا اس سے مراد ایسی جگہ یا مقام ہے جو کسی سردار یا کسی بزرگ کی جائے قیام ہے جہاں وہ اپنے متعلقین کی تربیت کا انتظام کرتا ہے۔ اردو زبان وادب کی ایک معروف ڈکشنیری "اردو لغت تاریخی اصولوں پر" بھی اسی معنٰی کی تاہید کرتی ہے۔ جس کے مطابق خانقاہ سے مراد درویشوں اور صوفیوں کی عبادت گاہ، مسیحی عبادت خانے سے متعلق راہبوں کا مسکن نیز بدھ مذہب کے ٹوبے لیے گئے ہیں۔[3]

اس اقتباس سے خانقاہ کا مفہوم اور اس کی وسعت مزید واضح ہو جاتی ہے۔ یہ لفظ درویشوں اور صوفیاء کی جائے قیام وعبادت کے علاوہ مسیحی عبادت خانوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے تاہم اہلِ تصوف کے ہاں اس سے مراد صوفیاء کے قائم کردہ تربیتی مراکز ہی ہیں۔

خانقاہ فارسی کا لفظ ہے جس سے مراد عموماً ایک ایسی عمارت ہے جو سلسلہ تصوف میں مسلم صوفیوں کے لیے مخصوص ہوتی ہے۔[4]

گویا خانقاہ ایک ایسی جگہ یا مقام ہے جہاں کچھ خاص اہل اللہ اپنے مخصوص اصولوں اور طریقوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ و اشاعت کا انتظام کرتے ہیں، اپنے متعلقین کی روحانی و باطنی، انفرادی واجتماعی اور معاشرتی وسماجی اصلاح اور تربیت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں نیز دینی علوم وتربیت کا بندوبست بھی کیا جاتا ہے اور سماجی خدمت کے تمام پہلوؤں کو بھی مدِ نظر رکھ کر غریبوں ونا داروں کی بنیادی ضروریات مثلاً خوارک و رہائش وغیرہ کا انتظام کیا جاتا ہے۔

3. آغاز وارتقاء:

خانقاہ کا تصور اسلام سے بہت پہلے کا ہے۔ اسلام میں یہ تصور دیگر مذاہب سے آیا ہے۔ تاریخی طور پر پہلے پہل تقریباً چوتھی صدی ہجری میں خانقاہ کے وجود کا تصور ملتا ہے۔ سب سے پہلے شام میں رملہ کے مقام پر پہلی خانقاہ کی تعمیر کے آثار ملتے ہیں جس کو ایک عیسائی رئیس نے تیار کروایا تھا۔ مراۃ الاسرار میں ہے: ایک عیسائی رئیس شکار کے لیے نکلا جنگل میں اس نے دو مسلمان بزرگوں کو آپس میں گلے ملتے اور اکٹھے کھانا کھاتے دیکھا، وہ بہت متعجب ہوا اور پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے کہا ہم طریقت کے بھائی ہیں چناچہ اس رئیس نے ان کے لیے خانقاہ تعمیر کروادی۔[5] عبدالرحمان جامیؒ نے بھی اس بات کی تائید کی ہے کہ اسلام میں اولین خانقاہ شام میں تعمیر کی گئی تھی۔ "اول خانقاہی کہ برائے صوفیاں بنا کردند آنست کہ برملہ شام کردن"[6] (پہلی خانقاہ شام میں رملہ کے مقام پر صوفیوں کے لیے بنائی گئی)

---

[2] Sarim, Abdus Samad, *Tarīkh e Tasawwuf*, (Dehli: Jayyad Barqi Press), 317.
[3] Urdu Lughat Tareekhi Uṣūlūn Par, (Karachi: Urdu Lughat Board, 1987), 8:416
[4] *The Encyclopedia of Islam*, (Brill Publishers,1954), 4:1025.
[5] Abdur Rahman Shaikh Chishti, *Mir'atul Asrār*, (Lahore: Zia ul Quran Publications 1993), 37.
[6] Abdur Rahman Jami, *Nafhat ul Unas*, (Lahore: Idara Pagham-i Quran, 1997), 22

پھر خانقاہوں کی تعمیر کا رواج بڑھتا گیا یہاں تک کہ سلجوک عہدِ حکومت میں (459ھ) میں رباط (خانقاہ) کا عام رواج ہوا۔ قاہرہ کا باب السعید بھی خانقاہ کے نام سے مشہور تھا۔[7] ہندوستان میں غوریوں کے بعد خانقاہوں کو عروج ملا۔ اور وسیع پیمانے پر خانقاہی سلسلوں کا آغاز ہوا۔ دو نئے روحانی سلسلوں چشتیہ اور سہروردیہ کی بنیاد وسط ایشیاء سے آنے والے بزرگوں نے رکھی جس سے جلد ہی خانقاہوں کا ایک وسیع سلسلہ قائم ہو گیا۔[8] وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب برصغیر میں صوفیاء کی آمد کا سلسلہ بڑھتا گیا تو انہوں نے تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلے کا آغاز کرنا چاہا تو پہلے خانقاہوں کی بنیاد رکھی، انہی خانقاہوں میں آنے والوں کہ دعوتِ دین پیش کی جاتی تھی۔ برصغیر میں خانقاہوں کا آغاز صوفیاء کرام کی آمد سے شروع ہوا اور تاحال جاری ہے۔ اگر اس خاص علاقے اور خطے (برصغیر) کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہاں اشاعتِ اسلام میں اس خانقاہی نظام نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ خانقاہوں کے قیام کے بنیادی اور اہم مقاصد درج ذیل ہیں۔

4. خانقاہ کے مقاصد و فوائد:

پروفیسر خلیق احمد نظامی کی رائے میں خانقاہی نظام کے مقاصد و فوائد درج ذیل ہیں:

i. **تربیت کے لیے مخصوص مقام:** شیخ کو ایک علیحدہ اور مخصوص مقام پر اپنے مزاج اور اصولوں کے مطابق لوگوں کی اصلاح و تربیت کا موقع مل جاتا تھا۔

ii. **اسلامی تہذیب کا فروغ:** قرون وسطیٰ میں خانقاہ اسلامی تصوف کے مراکز کی حیثیت سے اسلامی تہذیب و تمدن کا مرکز سمجھی جاتی تھیں۔

iii. **مسکن وماویٰ:** جن دین دار لوگوں کا کوئی مسکن وماویٰ نہ ہوتا تھا وہ ان خانقاہوں میں قیام کرتے اور خود کو دینی جدوجہد کے لیے وقف کر دیتے۔

iv. **تربیت گاہ:** صوفیاء کرام اپنے پاس آنے والوں کی روحانی تربیت کا اسی خانقاہ میں بطورِ خاص اہتمام کرتے تھے۔ یوں خانقاہیں ایک تربیت گاہ کے طور پر مشہور تھیں۔

v. **دینی تعلیم:** مشائخ کی خانقاہیں صرف تزکیہ نفس کے لیے خاص نہ تھیں بلکہ وہاں دینی تعلیم کا نظام بھی تھا۔

vi. **تزکیہ نفس:** خانقاہیں عموماً تزکیہ باطن و تہذیبِ نفس کی عملی تربیت گاہ ہوتی تھیں۔[9]

تصوف یا خانقاہی نظام کا جو مقصد عام طور پر لوگوں کے ذہن میں آتا ہے وہ صرف تزکیہ نفس اور اصلاحِ باطن سے متعلق ہوتا ہے لیکن اگر بنظرِ غائر صوفیانہ نظام اور تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف ایک مقصد ہے۔ اس کے علاوہ بھی صوفیاء اور ان کے اس خانقاہی نظام کی ایسی خدمات ہیں جو ان کے بنیادی مقاصد میں شامل ہیں۔ صوفیاء کرام کی خانقاہوں کے ان مقاصد میں تزکیہ نفس کے علاوہ دینی تعلیم و تربیت،

---

[7] Sarim Abdussamad, *Tarīkh e Tasawwuf*,, 318
[8] *The Encyclopedia of Religion*, 4:1026
[9] Khaleeq Ahmed Nizami, *Tareekh Mashaikh-e-Chishat* (Lahore: Mushtaq Book Corner, 1996), 1:278

غریبوں، ناداروں اور بے کسوں کی کفالت، ان کے لے رہائش کا انتظام، معاشرتی اقدار کا فروغ اور سماجی برائیوں کا خاتمہ وغیرہ شامل ہیں۔ ان تمام مقاصد کے حوالے سے دیکھا جائے تو خانقاہی نظام کی اہمیت وافادیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ ذیل میں خانقاہی نظام کی اس معاشرتی اہمیت کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

4.1. خانقاہی نظام کی معاشرتی اہمیت وافادیت:

برصغیر میں بلاشعبہ تبلیغ واشاعت کے جملہ ذرائع میں سے سب سے اہم اور مؤثر ذریعہ صوفیا کرام کی تبلیغی کوششیں تھیں۔ صوفیاء کرام کی ان تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز و محور ان کی قائم کردہ خانقاہیں ہی تھیں۔ صوفیاء کرام عموماً جب کسی جگہ پر جاتے اور اس کو اپنا مسکن بناتے تو سب سے پہلے وہاں ایک تربیت گاہ قائم کی جاتی جو عام معنوں میں خانقاہ کہلاتی تھی۔ اس تربیت گاہ میں وہ اپنے مریدوں کی خاص طور پر اور تمام افرادِ معاشرہ کی عام طور پر اخلاقی تربیت کرتے تھے۔ صوفیاء کرام کے اس خانقاہی نظام سے وابستہ افراد کی زندگیاں بدلنے کی تاریخ شاہد ہے۔ برصغیر کے تناظر میں دیکھا جائے تو اشاعتِ اسلام، تزکیہ نفس، معاشرتی اصلاح اور امن وامان کے قیام میں ان خانقاہوں کی اہمیت وافادیت ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ صوفیاء کرام کی قائم کردہ ان خانقاہوں کی افادیت واہمیت درج ذیل نکات سے واضح ہوتی ہے۔

4.2. تبلیغ واشاعتِ اسلام کا ذریعہ:

برصغیر میں خاص طور پر صوفیاء کرام کی خانقاہوں نے تبلیغ واشاعتِ اسلام میں ایک اہم اور مؤثر کردار ادا کیا ہے۔ ہندوستانی معاشرے میں ذات پات کے فرق کی وجہ سے انسانی احترام ومساوات پر مبنی اس خانقاہی نظام کو تبلیغِ اسلام کے لیے ایک سازگار ماحول ملا۔ خانقاہی نظام نے اس ماحول سے بہتر طور پر فائدہ اٹھایا اور ہزاروں لاکھوں لوگوں کے دلوں میں توحید کی شمع روشن کی۔

4.3. روحانی واخلاقی اصلاح کا ذریعہ:

صوفیاء کرام کے نزدیک خانقاہ کی تعمیر کے بنیادی مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ایسی جگہ کا حصول تھا جہاں وہ اپنے اصولوں اور طریقوں کے مطابق افرادِ معاشرہ کی روحانی اور اخلاقی تربیت کرسکیں۔ خانقاہی نظام نے برصغیر کے اس ذات پات میں تقسیم معاشرے کے افراد کی ہر طرح سے روحانی اور اخلاقی تربیت کی۔ صوفیاء کرام خود بھی اعلیٰ اخلاقی اقدار سے متصف ہوتے تھے اور اپنے متعلقین کو انہی اقدار کا درس دیتے تھے۔ انہی لوگوں کی کوششوں سے بہت سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ ہدایت نصیب ہوئی۔

4.4. غریبوں اور ناداروں کا مسکن:

ہر معاشرے میں میں کچھ افراد ایسے ہوتے ہیں جو انتہائی ابتری کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ان کی مالی حالت ایسی ہوتی ہے کی دو وقت کی روٹی اور سر چھپانے کو چھت تک نصیب نہیں ہوتی۔ برصغیر میں صوفیاء کی آمد ایسے لوگوں کے لیے ایک رحمت ثابت ہوئی۔ صوفیاء کرام کا خانقاہی نظام ایسے افراد کی نہ صرف روحانی واخلاقی تربیت کرتا تھا بلکہ ان کی بنیادی ضروریات جیسے رہائش، کھانا پینا، لباس تعلیم وغیرہ کے حصول کا بھی

ایک ذریعہ تھا۔ خانقاہوں میں ایسے افراد کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ ان کی تمام بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کا مکمل نظام موجود ہوتا تھا۔ اس جدید اور ترقی یافتہ دور میں بھی پاکستان اور ہندوستان کے بہت سے افراد کا مسکن وماویٰ یہی خانقاہیں ہیں۔

4.5. معاشرتی امن اور رواداری کے فروغ کا ذریعہ:

معاشرتی امن اور رواداری ایسی اقدار ہیں جن کے بغیر کوئی معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا۔ جس معاشرے میں امن و امان نہیں ہوتا وہاں ہر طرف بے چینی، بے سکونی اور افراتفری کا ماحول ہوتا ہے۔ معاشرتی امن و امان کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر صوفیاء کرام نے اپنے خانقاہی نظام نے ذریعے سب سے پہلے یہاں امن ورواداری کو فروغ دیا اور لوگوں کے دلوں میں جگہ بنائی پھر انھی لوگوں کو اسلام کی دعوت پیش کی تو لوگوں نے صوفیاء کرام کے اس عملی کرادار سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔

4.6. اسلامی تہذیب وثقافت کے نشان:

برصغیر کے معاشرے میں صوفیاء کرام کے خانقاہی نظام نے تبلیغ و اشاعت کے ساتھ ساتھ یہاں کی تہذیبی و ثقافتی ترقی میں بھی بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ خانقاہیں بذاتِ خود آج تک اسلامی ثقافت کا نشان سمجھی جاتی ہیں۔ بہت سے صوفیاء کرام نے یہاں اپنے ساتھ بہت سے ہنر مند افراد کو بھی لایا جنھوں نے یہاں بہت سے علوم وفنون کو متعارف کروایا۔ ایران سے آئے ہوئے صوفیاء کرام کے ساتھ نقّاش، معمار اور مصوّر بھی آئے جنھوں نے یہاں ان فنون کو متعارف کروایا۔ یوں خانقاہی نظام سے وابستہ ان افراد نے یہاں کی تہذیب و ثقافت کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ صابر آفاقی اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

شاہ ہمدان کا اسلامی مشن پر مشتمل قافلہ کئی طرح کی دستکاریاں اور صنعتیں ایران سے کشمیر لے کر آیا۔ اس طرح ایران کے ہنر معماری، نقاشی و مصوری کو کشمیر میں نکھرنے کا موقع ملا۔ یہ ہنر مسجد و مدرسہ، خانقاہ و قلعہ اور مزار و کاخ میں آشکارا ہوا۔ [10]

اسلامی تہذیب و ثقافت کی ترقی میں صوفیاء کرام اور ان کے خانقاہی نظام کے کرادار کے حوالے سے ڈاکٹر ریاض اپنی کتاب "ایران کبیر وایران صغیر" میں لکھتے ہیں: سید علی ہمدانیؒ نے کشمیر میں اشاعتِ اسلام کے لیے جو پر امن اور علمی تحریک شروع کی اس کا پہلا اور نمایاں اثر کشمیریوں کے مذہب اور سماج پر پڑا۔ آپ سے قبل کشمیر عجیب طرح کی ابتری کا شکار تھا۔ آپ نے کشمیر کو مذہبی طور پر سنوارا اور آپؒ نے سرینگر کی مشہور خانقاہِ معلیٰ کو ایرانی خانقاہوں کی طرز پر تعمیر کروایا تھا۔ [11]

سطورِ بالا سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ برصغیر کے اس مخصوص معاشرے میں اشاعتِ اسلام اور معاشرتی اصلاح کے لیے خانقاہی نظام کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ صوفیاء کرام نے برصغیر کے لوگوں کی نفسیات اور معاشرتی رسوم ورواج کا لحاظ کرتے ہوئے جو خانقاہی نظام ترتیب دیا بلا شبہ

---

[10] Sabir Aafaqi, Jalwa-e-Kashmir (Lahore: Mushtaq Book Corner, 1988), 123.
[11] Muhammad Riaz Dr, *Iran Kabīr wa Iran Saghīr* (Muzafarabad: Jashan-e-Iran Committee, n-d.), 22.

اس نظام نے لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں پر بڑے گہرے، دیرپا اور مثبت اثرات مرتب کیے۔ اس نظام نے نہ صرف لوگوں کی روحانی اور باطنی اصلاح وتربیت کا فریضہ سرانجام دیا بلکہ ان کی معاشرتی وسماجی خرابیوں کو بھی دور کر کے ایک صالح معاشرے کی بنیاد رکھی۔

5. خانقاہی نظام کا معاشرتی اِصلاح میں کردار واثرات:

خانقاہی نظام نے اپنے متعلقین کی انفرادی اصلاح وتربیت کے ساتھ ساتھ اجتماعی طور پر بھی پورے معاشرتی نظام پر بڑے گہرے اور مثبت اثرات مرتب کیے ہیں۔ عقائد، عبادت، اخلاقی اقدار، معاشی معاملات اور سیاسی وسماجی ہر میدان میں اس نظام کا بڑا اہم کردار رہاہے۔ خانقاہی نظام کے اس کردار واثرات کا جائزہ درج ذیل نکات میں بیان کیا جاتا ہے۔

5.1. توحیدِ خالص کا پرچار:

برصغیر پاک وہند میں اسلام کی ترویج واشاعت کے دیگر ذرائع کے ساتھ ساتھ صوفیاء کرام اور ان کے خانقاہی نظام نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہندوستانی معاشرہ اسلام کی آمد سے قبل بت پرستی اور کفر وشرک کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ صوفیاء کرام نے بتوں کے پجاریوں کو توحیدِ خالص کا درس دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں لوگ توحیدِ خالص کے پجاری بن گئے۔ توحید کے حوالے سے صوفیاء کرام کے نظریات کی ترجمانی کرتے ہوئے شیخ علی ہجویری کشف المحجوب میں لکھتے ہیں: "بدن کی طہارت کے لیے جس طرح خالص پانی کی ضرورت ہے، اسی طرح دل کی طہارت کے لیے خالص توحید کی ضرورت ہے"[12]

صوفیاء کرام کے ذاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں نظریے اور اس کی وضاحت کے حوالے سے تصوف پر ابتدائی دور میں ایک عمدہ کتاب لکھنے والے ابو بکر کلابازی رقمطراز ہیں: تمام صوفیاء کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، تنہا ہے، منفرد ہے اور بے نیاز وقدیم ہے۔ وہ اپنے ناموں اور صفات کے ساتھ ازل سے ہے۔ اور وہ کسی لحاظ سے بھی مخلوق سے مشابہت نہیں رکھتا۔ اس کی ذات دیگر ذاتوں سے مشابہت رکھتی ہے نہ اس کی صفات۔ اور کوئی آنکھ اس کا ادراک نہیں کر سکتی"[13]

صوفیاء کرام خود بھی خالص توحید کے پرستار تھے اور انھوں نے ہندوستان کے بت پرستوں کو بھی اسی خالص توحید کا درس دیا۔ برِصغیر میں صوفیاء کرام نے دعوت وتبلیغ کے لیے جس خانقاہی نظام کی بنیاد رکھی اس نظام نے لاکھوں ہندوؤں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ مشہور مستشرق پروفیسر آرنلڈ اپنی کتاب (Preaching of Islam) میں صوفیاء پنجاب کی تبلیغی کوششوں کے ثمرات پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"کہا جاتا ہے ہے کہ پنجاب کے مغربی میدانی علاقوں کے باشندوں نے بہاالحقؒ (بہاالدین زکریا ملتانیؒ) ملتان اور بابا فرید الدین پاکپتن کی تبلیغ کے ذریعے اسلام قبول کیا تھا۔ بابا فرید الدین کے ایک سوانح نگار کے مطابق سولہ قبائل ایسے تھے جنھوں نے ان کی تبلیغ کے ذریعے اسلام قبول کیا۔"[14]

---

[12] Usman bin Ali al-Hajwairi, *Kashful mahjoob* (Lahore: Maktabah Sham-o-Qamar, 2012), 255.
[13] Muhammad bin Ibrahim Kalabazi, *Kitab Al Taruf* (Lahore: Tasawuf Foundation, 1998), 48.
[14] T.W Arnald, *The preaching of Islam: History of the propagation of the Muslim Faith* (Archibald Constable & Company Ltd, 1896), 212.

صوفیاء کرام کی پُر خلوص تبلیغی کوششوں کی نہ صرف اپنوں نے بلکہ ان لوگوں نے بھی گواہی دی ہے جو سرے سے اسلام اور صوفیاء کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔ درج بالا اقتباس سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ برصغیر میں اسلام کی تبلیغ واشاعت کے سلسلے میں صوفیاء کرام کی طرف سے کی گئی کوششیں ایسی بارآور ثابت ہوئیں کہ ان کی گواہی اپنوں اور غیروں ہر ایک نے دی ہے۔ پروفیسر آرنلڈ ہندوستان کے مشہور صوفی بزرگ خواجہ معین الدین چشتی کے بارے میں لکھتا ہے:

"ہندوستان کے ایک مشہور و معروف صوفی خواجہ معین الدین چشتی بھی ہیں۔ ہندوستان میں جو پہلا شخص آپ نے مسلمان کیا وہ راجہ کا ایک جوگی گرو تھا۔ رفتہ رفتہ ان کے مریدوں کی ایک کثیر جماعت ان کے قریب جمع ہوگئی جنہوں نے ان کی تبلیغ سے بت پرستی چھوڑ کر اسلام قبول کیا۔ اب ایک مذہبی پیشوا کی حیثیت سے آپ کی شہرت ہر طرف پھیل گئی اور آپ کا شہرہ سن کر بہت سے ہندو اجمیر آئے اور آپ کی تبلیغ سے مسلمان ہوگئے۔ کہا جاتا ہے کہ اجمیر جاتے ہوئے جب آپؒ نے دلّی میں قیام کیا تھا تو سات سو ہندوؤں کو مسلمان کیا تھا۔"[15]

پروفیسر آرنلڈ نے ہندوستان میں آنے والے تقریباً تمام مشہور و معروف صوفیاء کرام کا فرداً فرداً نہ صرف تذکرہ کیا ہے بلکہ ان کی اشاعت و تبلیغِ اسلام اور معاشرتی اصلاح کے حوالے سے خدمات کا بھی اعتراف کیا ہے۔ انہی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک جگہ رقمطراز ہے:

"ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں سید جلال الدین کی آمد بہت اہمیت رکھتی ہے۔ جو 1199ء کو بخارا میں پیدا ہوئے۔ آپ نے 1244ء میں اُچ کے مقام پر سکونت اختیار کی جو آج کل بہاول پور کے علاقے میں ہے۔ آپ نے قرب و جوار میں بہت سے لوگوں کو مسلمان کیا۔"[16]

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ صوفیاء کرام نے برصغیر کے خطے میں اشاعتِ اسلام، امن و امان کے قیام، اور معاشرتی اصلاح کے حوالے سے بڑی جاندار اور مثبت کوششیں کی ہیں، اور ان کوششوں کا بنیادی مرکز ان کی قائم کردہ خانقاہیں ہی تھیں۔ یہی خانقاہیں ہی تھیں جہاں پر صوفیاء کرام اپنے غیر مسلم عقیدت مندوں کو دعوتِ دین دیا کرتے تھے۔ درج بالا اقتباسات اس حقیقت کی گواہی دیتے ہیں کہ صوفیاء کرام اور خانقاہی نظام کی انہی کوششوں سے ہزاروں افراد دینِ اسلام میں داخل ہوئے۔

5.2. عقائد کی اصلاح:

ہندوستان میں مسلمان صدیوں سے دیگر اقوام کے ساتھ رہتے آرہے تھے۔ صدیوں کے باہمی میل جول سے مسلمانوں میں بہت سے غیر اسلامی عقائد، رسومات اور تصورات شامل ہوگئے تھے۔ برصغیر آمد کے بعد مسلمان صوفیاء نے عوام وخواص کے ان عقائد کی تصحیح واصلاح اور عملی تعلیم وتربیت کے لیے خانقاہی نظام کی بنیاد رکھی۔ مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح و درستگی کے حوالے سے صوفیاء کرام نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ اس سلسلے میں مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کا نام سب سے اہم شمار کیا جاتا ہے۔ مغلیہ بادشاہ جلال الدین اکبر کے دورِ حکومت میں اسلامی عقائد و شعار کو مسخ کیا گیا۔ اکبر نے اپنے دربار میں ایسے لوگوں کو جمع کیا جو اسلامی عقائد و عبادات کا مذاق اڑاتے اور اسلامی شخصیات کو ہدفِ تنقید بناتے۔ اکبر نے

[15] Ibid., 212-13.
[16] Ibid., 213.

بھی تخلیقِ کائنات ملائکہ، بعث بعد الموت، وحی اور رسالت وغیرہ کے اسلامی تصور کا انکار کر دیا۔ ان حالات میں حضرت مجدّد، اکبر اور اس کے حواریوں کی راہ میں دیوار بن گئے اور اسلامی عقائد کی اصلاح اور ترویج کے لیے کوششیں کیں۔

عزیز احمد اپنی کتاب (Studies in Islamic Culture in Indian Environment) میں ان حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اکبر نے شریعت اسلامیہ پر مبنی ملک کے قانون کو تبدیل کرنے کی کوششیں کیں اس نے زکوۃ اور جزیہ کو ختم کر دیا، شراب نوشی اور جوئے کو جائز قرار دیا، چچازاد بھائی اور بہن کے مابین مناکحت جو کہ اسلام میں جائز ہے اس کو ممنوع قرار دے دیا۔ ایک سے زائد شادیوں پر پابندی عائد کر دی، گائے کے ذبیحہ پر پابندی لگادی، خطبہ جمعہ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے اسمائے مبارکہ نکال دیے گئے، سن ہجری کو موقوف کر دیا گیا۔ ان چیزوں کا اثر یہ ہوا کہ اسلام کا دوسرے مذاہب کے ساتھ بحیثیت مذہب زندہ رہنا مشکل ہو گیا اس کو دبانے اور معتوب کرنے کی کوششیں کی گئیں۔[17]

حضرت مجدّد نے بھی اس صورتحال کا اپنے متعدد خطوط میں تذکرہ کیا ہے ایک جگہ لکھتے ہیں: "سابقہ ایام میں غیر مسلم، مسلم بستیوں میں بھی اپنی مذہبی رسوم آزادنہ ادا کرتے تھے لیکن مسلمان اسلام پر عمل نہیں کر سکتے تھے۔ وہ اگر اس کی ہمت کرتے تو موت کے گھاٹ اتار دیے جاتے تھے۔"[18]

جلال الدین اکبر کے دورِ حکومت میں جب اسلامی عقائد و شعائر کو مسخ کیا جارہا تھا اور معاشرے میں بے شمار غیر اسلامی نظریات اور رسوم و رواج نے جگہ لے لی تھی تو ایسے وقت میں مجدّد الف ثانی نے اس معاشرتی بگاڑ کو درست کرنے کے لیے کوششیں شروع کیں۔ مولانا ابو الحسن علی ندوی حضرت مجدّد کی ان کوششوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"حضرت مجدّد نے خانِ خاناں اور سید صدر جہاں اور مرتضیٰ خان وغیرہ کے ذریعے بادشاہ کو نصیحت آمیز پیغام بھیجے ان حضرات کو بادشاہ کا تقرب حاصل تھا اور حضرت مجدّد کی عظمت و عقیدت بھی ان کے دل میں گھر کر چکی تھی"[19]

جلال الدین محمد اکبر کے اس نئے دین کے راستے میں بند باندھنے کے لیے کی گئی کوششیں اکبر کی وفات کے بعد بارآور ثابت ہونے لگیں۔ اکبر کی وفات کے بعد اس کا بیٹا جہانگیر جب تخت نشین ہوا تو شیخ مجدد کو اسکی تخت نشینی سے مسرت ہوئی لیکن انہیں یقین نہیں تھا کہ جہانگیر اپنے وعدے کو پورا کر سکے گا اس لئے شیخ مجدد نے شریعت سے جہانگیر کے تعلق کو مضبوط کرنے اور اس تک صحیح مشورہ پہنچانے کی کوشش کو اپنا مقصد بنایا شیخ کو ان عناصر کی مخالفت کا اندیشہ بھی تھا جو بچ گئے تھے لیکن ختم نہیں ہوئے تھے صورتحال کے اس تجزیہ کے بعد انہوں نے جہانگیر کے قریبی بڑے

---

17 Aziz Ahmad, *Studies in Islamic Culture in Indian Environment*) Clarendon Press, 1964), 180.
18 Shaykh Ahmed Sarhandi, *Maktoobat* (Karachi: Idara Mujaddadia), 1:162.
19 Abu Alhassan Ali Nadvi, *Tarīkh e* Dawat o Azīmat (Lucknow: Majlis Tahqiqat O Nashriat-e-Islam, 2006), 4:163.

عہدیداروں کو خود قابل رحم حالت کے بارے میں بتا کر فوری کارروائی کی ضرورت کا احساس دلایا۔ ایک خط میں جو انہوں نے جہانگیر کے استاد اور ملک کے صدر الصدر صدر جہاں کے نام لکھا تھا لکھتے ہیں:

"اب جبکہ صورتِ حال بدل چکی ہے، لوگوں کی عداوتیں کم ہو چکی ہیں تو اسلامی زعماء صدرِ اسلام و علماء اسلام پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ شریعت کو نافذ کرنے کی کوشش کریں۔ اسلام کے وہ احکام جو منہدم ہو گئے ہیں ان کو دوبارہ رائج کریں۔ مجھے اس بات کا شدید احساس ہے اگر بادشاہ شریعت مصطفی ﷺ کے نفاذ کے بارے میں کوشاں نہ ہوا اور اس کے قریبی لوگ اپنے آپ کو اس معاملے میں معذور سمجھیں اور وقت کو اسی طرح گزار دینا چاہیں تو آگے چل کر عام مسلمانوں کے لیے جنہیں کوئی قوت حاصل نہیں ہے زندگی دشوار ہو جائے گی"[20]

شیخ مجدد میں مختلف صوبوں کے اعلی حکام کو بھی اپنے حلقہ اثر میں اسلام کو نافذ کرنے کی طرف متوجہ کیا انہوں نے گجرات کے حاکم شیخ مرتضی لاہور کے نائب قلیج خان بہادر کے حاکم لالہ عبد الرحیم خان خانان اور اس کے علاوہ متعدد اہم شخصیات کے نام خطوط لکھے اوران سے اسلامی تعلیمات کی اشاعت ایمان کی حفاظت غیر اسلامی قوانین کی ترمیم اسلامی ارکان کے احیا اوراسلام کے معاندانہ اسلام کے ان قوتوں کو دبانے کی درخواست کی انہوں نے بتایا کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو آخرت میں اجر عظیم سے نوازے جائیں گے اس لئے کہ وہ حقیقتاً وہ کام کریں گے جس کے لیے بیاد بھیجے گئے تھے۔

پروفیسر آرنلڈ حضرت مجدّد کی اصلاحی کوششوں کے حوالے سے لکھتا ہے: شہنشاہِ جہانگیر کے عہد میں ایک سنّی عالم شیخ احمد مجدّد نامی تھے، جو شیعی عقائد کی تردید میں خاص طور پر مشہور تھے، شیعوں کو اس وقت دربار میں رسوخ حاصل تھا۔ ان لوگوں نے انھیں کسی بہانے سے قید کرادیا، دو برس وہ قید میں رہے اور اس مدت میں انھوں نے اپنے رفقائے زنداں میں سے سینکڑوں بت پرستوں کو حلقہ بگوش بنالیا۔[21]

ابوالحسن علی ندوی حضرت مجدّد کی تبلیغی اور اصلاحی خدمات کے ضمن میں لکھتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ کئی ہزار قیدی آپ کی دعوت و تبلیغ اور صحبت و تربیت کے فیض سے مشرف باسلام ہوئے اور سینکڑوں قیدی ارادت و صحبت سے سرفراز ہو کر درجاتِ عالیہ تک پہنچے۔[22]

درج بالا اقتباسات سے اس بات کا ادراک بخوبی ہوتا ہے کہ برصغیر میں جلال الدین محمد اکبر کے دور میں اور اس کے بعد جو اسلامی عقائد کو مسخ کرنے کی مذموم کوششیں کی گیئں، بدعات اور غیر اسلامی شعائر کو جو فروغ ملا، ان کے سدّباب میں حضرت مجدّد کا ایک انتہائی اہم کردار رہا ہے۔ آپؒ نے لوگوں کی انفرادی اصلاح کے ساتھ ساتھ بادشاہ، امراء، علماء اور صوفیاء کے اصلاحِ عقائد کے لیے بڑی مؤثر کوششیں کیں جن کے نتیجے میں اکبر کے دینِ الٰہی کی جڑیں کھوکھلی ہو گئیں، بدعات کا خاتمہ ہوا اور خالص اسلامی عقائد اوراسلامی شعائر کو از سرِ نو معاشرے میں پنپنے کا موقع ملا۔

---

[20] Shaykh Ahmed Sarhandi, Maktoobat, 1:390.
[21] Arnald, Preaching of Islam, 412.
[22] Abu Alhassan Ali Nadvi, *Tarīkh e* Dawat o Azīmat, 4:170.

5.3. معاشرتی امن وامان کا فروغ:

برصغیر میں ہر دور میں معاشرتی امن وامان کے لیے ہر سطح پر انفرادی اور اجتماعی کوششیں ہوتی رہی ہیں۔ امن ورواداری کی ان کثیر الجہت کوششوں میں خانقاہی نظام نے ہر دور میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ صوفیاء کرام نے زبانی اور عملی دونوں طریقوں سے عوام الناس کو یہ درس دیا کہ ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کا خیال رکھیں۔ صبر و تحمل، رواداری اور برداشت، جیسی عمدہ معاشرتی اقدار کو اپنائیں تاکہ معاشرے میں امن و امان قائم ہو سکے۔ برصغیر کے خانقاہی نظام میں معاشرتی امن اور رواداری کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ صوفیاء کرام نے ہمیشہ اپنی دعوت اور اپنے پیغام میں امن ورواداری کو مرکزی اہمیت دی۔ یہی وجہ تھی کہ برصغیر جو مختلف قوموں، مذاہب اور رسوم ورواج کے حامل لوگوں پر مشتمل خطہ تھا، صوفیا کرام کی کوششوں سے صدیوں امن کا گہوارہ بنا رہا۔

مسلم حکمران شہاب الدین غوری نے جب خواجہ معین الدین چشتی کے روحانی حکم پر پرتھوی راج کو شکست دینے کے لیے ہندوستان پر حملہ کیا اور پرتھوی راج قتل ہوا۔ خواجہ معین الدین نے شہاب الدین کو مشورہ دیا کہ راجہ کولہ جو پرتھوی راج کا بیٹا تھا کو اجمیر کا حاکم بنایا جائے۔ خواجہ کے حکم پر راجہ کولہ کو اجمیر کا حاکم بنایا گیا جس کی وجہ سے اجمیر میں امن وامان قائم ہوا۔[23]

معاشرتی امن و امان کے قیام میں صوفیاء کرام نے ہر علاقے اور ہر حال میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ برِصغیر کے ایک معروف صوفی بزرگ مرزا مظہر جانِ جاناں کے بارے میں ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے۔ "آپؒ کو تین افراد نے رات کے وقت حملہ کر کے زخمی کر دیا تو آپؒ نے وصیت کی کہ اگر قاتل مل جائے تو ہم نے معاف کر دیا تم بھی معاف کر دینا۔ آپؒ زخمی حالت میں تین دن کے بعد وصال فرما گئے"[24]

اگر غور کیا جائے تو یہ بہت ہمت کا کام ہے کہ اپنے قاتل کو بھی معاف کر دیا جائے تاکہ معاشرے سے بدلے اور انتقامی سوچ کا قلع قمع کیا جا سکے اور معاشرتی امن و امان کو فروغ ملے۔ صوفیاء جانتے تھے کہ اگر انتقام لینے کی روش پروان چڑھتی رہے تو اس سے معاشرتی سکون غارت ہو جاتا ہے۔ انتقام کی آگ جب بھڑک اٹھے تو پھر یہ صدیوں تک جلتی رہتی ہے جس سے کئی نسلوں کو عزت، جان اور مال کے نقصان کی قربانی دینے پڑھتی ہے۔ صوفیاء کرام نے معاشرتی امن وسکون کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر اپنے دشمنوں کو بھی معاف کیا تاکہ معاشرے میں امن وامان کو فروغ مل سکے۔

5.4. مساوات انسانی:

اسلام دین فطرت ہے جو چند عقائد وعبادات کا ہی مجموعہ نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات عطا کرتا ہے۔ دینِ اسلام اپنے ماننے والوں کو احترام و مساواتِ انسانی کا درس دیتا ہے۔ اسلام تمام انسانیت کو آدم کی اولاد قرار دیتا ہے اور ان کے درمیان کسی قسم کا فرق و امتیاز روا نہیں رکھتا۔ ہندوستانی معاشرہ جو ذات پات، اونچ نیچ اور مختلف طبقوں میں بٹا ہوا تھا، اسلام کے لیے ایک ساز گار معاشرہ ثابت ہوا۔ اسلامی تعلیمات

---

[23] Muhammad Qasim Farishta, *Tarīkh*-e-Farishta (Lahore: Mushtaq book corner Lahore, 2008), 1:157.

[24] Noor Bakhash Tawakkali, Tazkara Mashaihk Naqshbandia (Lahore: Noori Kutab khana), 296.

کے عین مطابق صوفیاء ہندوستان نے یہاں تمام انسانیت کو عملی مساوات کے عمدہ نمونے پیش کیے جن سے متاثر ہو کر ان گنت ہندو اور دوسرے غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ مسلمان صوفیا کرام نے اپنے قول و عمل سے ہندوستان میں ذات پات کے غیر منصفانہ نظام کی نہ صرف نفی کی بلکہ اس کے مقابل بالکل فطری انسانی مساوات پر مبنی ایک نیا نظام متعارف کرایا۔ صوفیاء کرام کی درگاہیں اور خانقاہیں ایسی جگہیں تھیں جہاں ہر مذہب، مسلک، ملت اور ہر ذات و برادری کا بندہ بلا خوف و خطرہ انتہائی محبت و عقیدت سے حاضر ہوتا تھا۔ صوفیاء کرام نے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہندو کے ساتھ قریبی تعلق اور میل جول رکھا۔ ذات پات کے فرق و امتیاز کے ان ستم گزیدہ ہندوؤں کو ایک بالکل فطری اور انسانی مساوات پر مبنی دعوت پیش کی گئی تو انھوں نے فوراً اس دعوت کو قبول کر لیا۔

انسانی مساوات اور احترام کی ایک عمدہ نظیر صاحبِ سیر اولیاء نے خواجہ نظام الدین اولیاء کے بارے میں ذکر کی ہے۔ ایک دن ایک مسلمان ایک ہندو کو لے کر نظام الدین اولیاؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یہ میرا بھائی ہے، آپؒ نے پوچھا کیا تمھارا یہ بھائی اسلام سے کچھ رغبت رکھتا ہے؟ اس نے عرض کیا میں اسے مقصد کے لیے لایا ہوں کہ آپ کی توجہ سے یہ مسلمان ہو جائے۔[25]

صوفیاء کرام کی زندگیوں کا اگر مطالعہ کیا جائے تو ایسی ایک دو نہیں بیسیوں مثالیں ملیں گی جن میں انسانی مساوات اپنی عملی صورت میں پورے خلوص سے چھلکتی نظر آتی ہے۔ درج بالا مثال میں غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف صوفیاء کرام خود غیر مسلموں سے نہایت عمدہ سلوک کرتے تھے بلکہ ان کے مرید بھی اپنے شیخ کے نقشِ قدم پر چلتے نظر آتے ہیں۔ خواجہ نظام الدین اولیاؒ کا مرید کہتا ہے کہ یہ میرا بھائی ہے۔ اور خواجہ صاحب جواباً کہتے ہیں تمھارے بھائی کو اسلام سے کچھ رغبت ہے؟ غور کرنے کی بات ہے وہ ہندو جس کو اپنے مذہب اور اپنی برادری کے لوگ برابر کا درجہ نہیں دیتے تھے ایک دوسرے مذہب کے ماننے والوں کا انسانی مساوات پر مبنی سلوک دیکھ کر کیا حالت ہوئی ہو گی۔ ہندوستانی تاریخ مساوات و احترام انسانیت کی ایسی ان گنت مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

پنجاب کے مشہور و معرف صوفی بزرگ بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے بارے میں تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپؒ کی خانقاہ میں اکثر ہندو جوگی بھی آیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؒ کی خانقاہ میں خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی ایک جوگی سے علوی اور سفلی پر بات چیت ہوئی۔ جوگی نے اپنے خیالات کی وضاحت کی تو بابا فریدؒ اس کی بات سے متاثر ہوئے اور فرمایا مجھے اس کی بات اچھی لگی۔[26]

صوفیاء کرام کا ایک اہم اصول تھا کہ ہندوؤں کے ساتھ بھی شگفتہ تعلقات رکھے جاہیں۔ وہ الخلق عیال الله کے اصول پر تمام انسانیت سے محبت اور مساواتِ انسانیت کا رشتہ استوار کرتے تھے اور اپنے مریدین کو بھی انسانی مساوات اور محبت کا درس دیتے تھے۔ حضور ﷺ کا فرمان

[25] Amir Khorad Krmani, *Siyar ul Awliya*,(Dehli: Matbah Muhabb-e-Hind, 1987), 175.
[26] Amir Hassan Ala Sanjri, Fawaid ul Fuaad (Dehli: Manzor Book Depot, 1992), 188.

ہے: "كونوا عِبَادَ اللهِ إِخوَانَاً"[27] (اللہ کے بندوں بھائی بھائی ہو جاؤ) صوفیاء کرام کی زندگیاں حضور ﷺ کے اس قول کی روشن اور عملی مثالیں ہیں۔

5.5. مذہبی رواداری و ہم آہنگی کا فروغ:

اسلام امن، محبت، رواداری اور مذہبی ہم آہنگی کے سنہری اصولوں پر مبنی ایک فطری دین ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو اس بات کا حکم دیتا ہے کہ دوسرے مذاہب کے باطل خداؤں کو بھی برا بھلا نہ کہو۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾[28] (اور تم نہ برا بھلا کہو انھیں جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا)

نبی پاک ﷺ کی پوری زندگی رواداری اور مذہبی ہم آہنگی کے درجنوں واقعات سے عبارت ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو بھی مذہبی ہم آہنگی کی عملی تربیت دی۔ ایک دفعہ ایک بدو نے مسجدِ نبوی میں پیشاب کیا تو صحابی کرام نے اس کو روکنا چاہا تو حضور ﷺ نے منع فرمایا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى أَعْرَابِيًّا يَبُولُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ:" دَعُوهُ حَتَّى إِذَا فَرَغَ دَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ[29]."

(حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ایک دیہاتی شخص آیا اور اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگوں نے اس کو منع کیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں روک دیا۔ جب وہ پیشاب کر کے فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے اس) کے پیشاب (پر ایک ڈول پانی بہانے کا حکم دیا۔)

صوفیا کرام جب ہندوستان میں وارد ہوئے تو انھوں نے قرآن و حدیث کی انہی تصریحات کو سامنے رکھتے ہوئے ذات پات کے اس معاشرے میں مذہبی رواداری و ہم آہنگی کی ایسی روشن مثالیں چھوڑیں کہ غیر مسلم بھی ان کے دام محبت میں گرفتار ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ مشہور صوفی بزرگ خواجہ غلام فریدؒ نے اپنی شاعری میں بھی جا بجا مذہبی رواداری و ہم آہنگی کا درس دیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

بدھ، مجوس، یہود، نصاریٰ ہندو تے دیندار
آکھن پاک منزّہ ہے بے انت الکھ اوپار[30]

(بدھ مذہب کے ماننے والے ہوں یا آتش پرست، یہودی ہوں یا عیسائی، ہندوؤں ہوں یا دیندار مسلمان، سب اس ذات پاک کی تقدیس بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ پاک اور بے عیب ہے۔ بے ابتداء اور بے انتہا ہے۔ ماوارا علم و عقل ہے اور لا محدود ہے۔)

---

[27] Muslim bin Hajjaj, Sahih Muslim, *Kitaab ul bir wa Sila*, baab tehreem alzulm, Hadith. 2564.
[28] Al-Quran: 6:108.
[29] Muslim, Muslim bin Hajjaj, Sehi Muslim, Hadith 659.
[30] Hameed Ullah Shah Hashmi, *Meda Ishq vi Tun*: Sharah Kalam Hazrat Khawaja Ghulam Farid, (Lahore: Maktaba Danyal, 2001) Kafi 50.

پاکستان کے ایک معروف صوفی شاہ محمد سلیمان تونسویؒ جو سلسلہ چشتیہ کے عظیم بزرگوں میں سے تھے۔ دیگر صوفیاء کرام کی طرح آپؒ بھی اس نظریے کے حامل تھے کہ اپنے دین وشریعت پر سختی سے عمل کیا جائے لیکن دوسرے مذاہب کے ماننے والوں سے بھی حسنِ سلوک کیا جائے ان کے مذہب اور عقائد کا احترام کیا جائے۔ وہ اپنے مریدوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اپنے مذہب اپنے تمدن اپنی شریعت پر قائم رہو۔ لیکن ساتھ ہی دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ اچھابرتاؤ کرو۔ تعلقات میں کبھی بدمزگی نہ پیدا ہونے دو۔ سالک کو چاہیے کہ کس کو رنج نہ پہنچائے بلکہ ساری مخلوق سے صلح رکھے۔"[31]

5.6. تکریمِ انسانیت:

اسلام ایسا دین ہے جو تمام انسانیت کو ایک آدم و حوّا کی اولاد کہتا ہے اور تمام انسانوں کو عزت و تکریم عطا کرتا ہے۔ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس میں کسی قسم کی ذات وبرادری، رنگ و نسل اور مقام و مرتبے کے فرق کا تصور نہیں۔ عزت و تکریمِ انسانیت کو قرآن وحدیث میں بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے؟

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ﴾[32] (اور بیشک ہم نے بڑی عزت بخشی اولاد آدم کو)

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی وجہ اور سبب کے ایک نفس کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔ انسانی عظمت، عزت اور تکریم کا یہ تصور کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًابِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾[33]

(جس نے قتل کیا کسی انسان کو سوائے قصاص کے اور زمین میں فساد برپا کرنے کے تو گویا اس نے قتل کر دیا تمام انسانوں کو)

بحیثیت انسان ہر شخص کی عزت و احترام دوسرے پر لازم ہے۔ معاشرے کے ہر فرد کے لیے لازم ہے کہ وہ ایک دوسرے کے وقار کی حفاظت کریں، اسکے اس وقار کو نقصان نہ پہنچائے۔ اسلام کی نظر میں انسانی تکریم کا تصور محض عزت دینا نہیں بلکہ معاشرے کے ہر فرد کی جان ومال کی حرمت کو تسلیم کرنا اور اسے کسی بھی طریقے سے نقصان نہ پہنچانا ہے۔ اسلام کے تصورِ تکریم انسانی میں اس قدر وسعت پائی جاتی ہے کہ یہ اپنے ماننے والوں کو زندہ انسانوں کے علاوہ بے روح انسان یعنی مت کی عزت و تکریم کا درس بھی دیتا ہے۔ حضور ﷺ کی سیرت احترامِ انسانیت کی روشن مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے:

"إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِهِ جِنَازَةٌ فَقَامَ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهَا جِنَازَةُ يَهُودِيٍّ، فَقَالَ: أَلَيْسَتْ نَفْسًا[34]"

---

[31] Najmuddin Sulymani, *Manaqib ul Mahbobeen* (Lahore: Matbah Muhamdi, 1992), 33.
[32] Al-Quran: 17:70
[33] Al-Quran: 5:32
[34] Muhammad bin Isma'il Bukhari, *Al-Sahih*, Kitab al Janaiz, Hadith 1312.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہودی کی جان نہیں ہے؟

درج بالا روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نہ صرف چلتے پھرتے انسانوں کی عزت و تکریم کی بات کرتا ہے بلکہ بے روح انسانوں کی تکریم کا حکم بھی دیتا ہے۔ اور یہ کہ نہ صرف مسلمان کی عزت و تکریم ضروری ہے بلکہ ہر مذہب و ملت کے ماننے والوں کی بھی بحیثیتِ انسان عزت و تکریم ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے عمل سے اس وقار و تکریم کو قائم کیا۔

صوفیاء کرام نے بھی اپنی سیرت و کردار سے تکریم انسانی کی اہمیت کو قائم رکھا ہے۔ صوفیاء کرام کی خانقاہیں بلا تفریقِ مذہب و ملت ہر کسی کے لیے کھلی ہوتی تھیں۔ برصغیر کا معاشرہ جہاں رنگ و نسل اور مقام و مرتبے کا فرق واضح طور پر نظر آتا تھا ایسے معاشرے میں بھی صوفیاء کرام نے تکریم انسانی کا ہر لحاظ سے خیال رکھا۔ صوفیاء کرام ان لوگوں کو بھی مسلمانوں کے برابر حسنِ سلوک کے مستحق سمجھتے تھے جن کو ان کے اپنے مذہب کے ماننے والے بھی عزت نہیں دیتے تھے۔ سید افضل حیدر، مشہور صوفی بزرگ بابا فرید الدین گنج شکر کے انسانی عزت و تکریم کے سلوک کے حوالے سے لکھتے ہیں:

آپ نے انسانی رشتوں کا بڑا احترام کیا اور ہر شخص سے محبت کا اظہار کر کے اس کے دکھ درد بانٹنے کا بیڑا اٹھایا، آپ عدم تشدد کے حامی تھے۔ رواداری، پیار، محبت، انکساری، عجز، کشادہ دلی آپ کا منشور تھا۔ اپنے ملنے والوں کو اعلیٰ اکلاقی وردوں کا سبق دیتے۔"[35]

مولانا سیّد ابوالحسن ندوی خانقاہی نظام کے معاشرتی کردار و اثرات پر گفتگو کرتے ہوئے تاریخِ دعوت و عزیمت میں لکھتے ہیں: دہلی کی مرکزی خانقاہ کے بعد جس پر یکے بعد دیگرے دو شیخِ اجل حضرت خواجہ نظام الدینؒ اور حضرت سید نصیر الدین چراغ دہلیؒ متمکن رہے: ہندوستان کے مختلف مقامات پندوہ، لکھنوتی، دولت آباد، گلبرگہ، برھان پور، زین آباد، مانڈو، احمد آباد، صفی پور اور مانک پور میں چشتی خانقاہیں قائم ہوئیں، جنہوں نے صدیوں تک چراغ سے چراغ روشن رکھا اور عشق و محبت، صدق و اخلاص، علوہمت و عزیمت، خدمت خلق، ایثار و قربانی، بذل و عطاء، فقر و زہد اور علم و معرفت کی شمع روشن رکھی۔ ان میں سے ہر خانقاہ اواس کی دینی اور اصلاحی کارناموں کے لیے ایک مستقل ضخیم کتاب درکار ہے۔[36]

درج بالا بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہندوستانی معاشرے میں صوفیاء کرام کی مقبولیت، تبلیغِ اسلام اور اصلاحِ نفس و معاشرہ کے مثبت اثرات کی سب سے بڑی وجہ ان کی انسان دوستی، مساوات، تکریمِ انسانیت اور محبت و رواداری کے اعلیٰ اخلاقی اصولوں کی پیروی تھی۔ اور یہی وہ بنیادی چیز تھی جس کی ہندوستانی معاشرے کے پسے اور مظلوم طبقوں کو ضرورت تھی۔ صوفیاء کرام نے اپنے خانقاہی نظام کے ذریعے ان مظلوموں کی دادرسی کی ان کو عزت اور وقار دیا ان کی دنیوی ضرورتوں و حاجتوں کو پورا کیا۔ یوں یہ لوگ صوفیاء کرام کے ان اعلیٰ اخلاقی اصولوں اور نظام کی بدولت بت

[35] Haider, Syed Afzal, Zindgi Nama Baba Fareed Gang Shakar, (Dost Publications Islamabad, 2002), 44
[36] Nadvi, Abu Al-Hassan Ali, *Tarīkh e* Dawat o Azīmat, 3:152

پرستی اور ذات پات کی تقسیم سے نکل کر اسلامی ملت میں شامل ہو گئے۔ خانقاہی نظام اور صوفیاء کرام کے اسی کردار نے ہندوستانی معاشرے سے ہر قسم کی نفرت وحسد، بغض وعناد اور مذہبی ونسلی امتیاز کو ختم کر کے محبت ورواداری، مساوات وبرابری اور عزت وتکریم جیسے اعلیٰ اخلاقی اصولوں سے ایک صالح معاشرے کی بنیاد رکھی۔ اور تمام سماجی ومعاشرتی برائیوں کے خاتمے میں اپنا بھرپور اور مؤثر کردار ادا کیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ صوفیاء کرام نے جن اعلیٰ اخلاقی اقدار کو برصغیر کے اس معاشرے میں پروان چڑھایا وہ اس سے پہلے یہاں ناپید تھیں۔ یہ انہی اعلیٰ اخلاقی اوصاف کے اثرات تھے کہ اس خطے سے اسلامی حکومتوں کے مٹ جانے اور تلواروں کی حکمرانی کے خاتمے کے باوجود دلوں پر حکمرانی کرنے والے ان صوفیاء کرام کی کاوشوں کے اثرات آج بھی بڑی حد تک باقی ہیں لیکن وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ جہاں دین کے دیگر شعبے زوال پذیر ہوئے وہاں تصوف اور خانقاہی نظام بھی بڑی حد تک متاثر ہوا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دورِ جدید میں خانقاہی نظام کو اس کے شاندار ماضی کی روایات سے ہم آہنگ کیا جائے۔ اس نظام میں در آنے والی خرابیوں اور غیر شرعی رسومات سے اسے آزاد کی جائے۔ ذیل میں ہم عصرِ حاضر کے حوالے سے خانقاہی نظام کی اہمیت وافادیت اور اس کے مطلوبہ کردار پر بحث کریں گے۔

6. عصرِ حاضر میں خانقاہی نظام کا مطلوبہ کردار: ایک تنقیدی جائزہ:

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تصوف یا خانقاہی نظام اپنی حقیقت اور اصل کے اعتبار سے دین وشریعت کے ایک اہم شعبے تزکیہ نفس کے حصول کے لیے قائم کردہ نہایت شاندار روایات کا حامل ایک اصلاحی نظام تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں بہت سی ایسی چیزیں شامل ہو گئیں جن کو بنیاد بنا کر اس نظام کو ہی سرے سے غیر اسلامی کہا جانے لگا۔ صوفیاء کرام کی اکثریت دین وشریعت کے بنیادی اصولوں اور احکام کو ہر چیز سے مقدم رکھتی تھی لیکن اس کے باوجود کچھ نام نہاد صوفیاء ایسے تھے جنہوں نے اس میں ایسی روایات اور رسوم کو شامل کر دیا جن کی وجہ سے اس شعبے کو ہدف تنقید بنایا جانے لگا۔ جیسے تجرّد، ترکِ دنیا، طوافِ مزارات اور سجدہِ تعظیمی وغیرہ۔ اگرچہ ایسی تمام رسوم وروایات کو صوفیاء کرام نے کبھی بھی جائز تسلیم نہیں کیا اور بطورِ نظام کبھی بھی اس کو معاشرے میں پنپنے نہیں دیا لیکن اس سب کے باوجود اس انفرادی عمل نے بھی اپنے منفی اثرات ضرور چھوڑے۔ دورِ جدید میں اس امر کی ضرورت ہے کہ نئے سرے سے متقدمین صوفیاء کرام کے طریقوں کے مطابق اس نظام کو معاشرے میں رائج کیا جائے۔ ذیل میں ہم خانقاہی نظام کے مطلوبہ کردار کو چند نکات میں بیان کرتے ہیں تاکہ اس روحانی نظام اور اس کے مثبت اثرات سے عصرِ حاضر میں امتِ رسول ﷺ بہتر طور پر استفادہ کر سکے۔

6.1. فکری جمود سے نجات:

عصرِ حاضر میں دنیا اس قدر تیزی سے ترقی کر رہی ہے کہ اس میں کسی ایسے نظام کی بالکل گنجائش باقی نہیں جو صرف تقلیدِ محض اور فکری جمود کا شکار ہو۔ بد قسمتی سے خانقاہی نظام میں بھی یہ فکری جمود اور تقلیدِ شخصی کی روایات پروان چڑھ رہی ہیں۔ اسلام دینِ فطرت ہے اور یہ اسی صورت میں انسان کی راہنمائی کر سکتا ہے جب جدید دور کے تقاضوں کے مطابق قرآن وسنت کے بنیادی اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے جدید مسائل کے حل کے

لیے اپنی سوچ و فکر کو کام میں لایا جائے۔ لہٰذا دورِ جدید میں اہل خانقاہ کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ اس جمود کو توڑنے، جدید معاشرتی مسائل کے حل اور خدمتِ خلق کے لیے اپنے اسلاف کے نقشِ قدم کی پیروی کرتے ہوئے اس روحانی اور اصلاحی نظام کے کردار کو مؤثر بنانے کے لیے ایسی کوششیں کریں جو اس جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہوں۔

6.2. خانقاہی وراثت کا خاتمہ:

دورِ جدید میں ایک نئی چیز جس نے اس نظام کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا وہ خانقاہی نظام میں وراثت کا قائم ہو جانا ہے۔ عصرِ حاضر میں برصغیر پاک و ہند میں اکثر خانقاہوں میں یہ وراثتی نظام نہایت مضبوط ہے۔ ایک شیخ یا صوفی کی وفات کے بعد اسی کی اولاد جانشین بن جاتی ہے۔ اکثر درگاہوں اور خانقاہوں میں تو صرف اولاد ہونا شرط ہے باقی علم، تقویٰ، اور پابندیِ شریعت وغیرہ کا ہونا نہ ہونا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔ موجودہ دور فکر و عمل کا دور ہے لہٰذا ان وارثانِ خانقاہوں کو چاہیے کہ اس پاکیزہ روحانی نظام کی بہتری کے لیے وراثتی سسٹم کا قلع قمع کیا جائے تاکہ اس روحانی نظام حقیقی معنوں میں لوگوں کی اصلاح کا کام کر سکے۔

6.3. غیر شرعی رسومات کا خاتمہ:

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ خانقاہوں اور درگاہوں پر اکثر وہ لوگ آتے جن کا تعلق عام عوام سے ہوتا ہے اور یہ لوگ عقیدت و محبت میں اکثر ایسی حرکات کا ارتکاب کر جاتے ہیں جن کی سرے سے دین و شریعت میں کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔ جیسے شیخ کے ادب میں اس حد تک جھک جانا کہ سجدہ کا شائبہ ہونے لگے یا محبت و عقیدت میں مزارت کو سجدے کرنا وغیرہ۔ پھر ظلم یہ کہ بہت سے نام نہاد وارثان خانقاہ ایسے افعال کو گوارہ بھی کر لیتے ہیں اور ان کی اصلاح کے حوالے سے کوئی قدم نہیں اٹھاتے۔ نتیجتاً ایسے اعمال و افعال کی وجہ سے اس پورے نظام کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ خانقاہوں اور درگاہوں سے ایسی جملہ قبیح اور غیر اسلامی رسومات کے خاتمے کے لیے سب سے پہلے پیرانِ عظام اور وارثانِ خانقاہوں کو آگے آنا چاہئے تاکہ اس نظام کو اپنے اسلاف کے طریقوں پر دوبارہ لایا جاسے۔

6.4. خدمتِ خلق:

دورِ جدید میں ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر پیرانِ عظام مالی اعتبار سے نہایت متمول ہوتے ہی جبکہ بہت سے مریدوں کی حالت دیگر گوں ہوتی ہے۔ اس سب کے باوجود مرید اپنے پیروں کو نذرانے دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں اور پیرانِ عظام بھی اس وصولی پر ذرا بھر بھی عار محسوس نہیں کرتے۔ خانقاہوں کو دوبارہ خدمتِ خلق کے اصولوں پے قائم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اہلِ خانقاہ کو اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ عصرِ حاضڑ میں خدمتِ خلق کو اپنا مشن بنایا جائے جو کہ اسلاف کا طرہ امتیاز تھا۔

6.5. روحانی و اخلاقی تربیت:

جیسا کہ ابتدائی صفحات میں یہ بات واضح کی جاچکی ہے کہ خانقاہی نظام کا سب سے بنیادی مقصد اس نظام سے جڑے لوگوں کی روحانی و اخلاقی تربیت ہے۔ عصرِ حاضر میں اس مقصد کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے کیوں کہ لادینیت اور دین سے دوری کے روجحانات دن بدن بڑھتے جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں خانقاہی نظام میں جو کمی سب سے زیادہ محسوس کی جاتی ہے وہ اسی اخلاقی و روحانی تربیت کا نہ ہونا ہے۔ درگاہ و خانقاہ کے وارثان کو چاہیے کہ اپنے جملہ مقاصد میں اخلاقی و روحانی تربیت کے مقصد کو سب س زیادہ اہمیت دیں اور اپنے مریدوں کو بنیادی اخلاقی اوصاف سے متصف کریں تا کہ معاشرے میں اس نظام کی اہمیت اور اس کے مثبت اثرات ظاہر ہو سکیں۔

7. خلاصہ بحث:

- برصغیر پاک و ہند میں صوفیاء کرام کا قائم کردہ خانقاہی نظام مساوات و کرامتِ انسانی کا ایک روشن نشان ہے، جس نے یہاں ذات پات مذہب و ملت کے فرق کے بغیر تمام افرادِ معاشرہ کے لئے راہنمائی اور اصلاح کا فریضہ سر انجام دیا اور انسانی اقدار کا ہمیشہ لحاظ رکھا۔
- خانقاہی نظام نے ہمیشہ سماجی خدمت کے اصول کو اپنا مشن بنایا اور اسی اصول کے تحت صوفیاء کرام نے خانقاہوں میں ناداروں اور غریبوں کے لیے خوراک، لباس، رہائش اور دیگر ضروریات زندگی کی فراہمی کا بندوبست کیا۔
- برصغیر پاک و ہند میں خانقاہی نظام کے زیرِ اثر بے شمار لوگوں نے کفر و شرک کی دلدل کو چھوڑا اور اسلام کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔ خانقاہی نظام نے ایسے نو مسلموں کی ہر طرح سے مدد کی اور ان کی دینی و دنیوی تعلیم اور دیگر ضروریات کو پورا کیا۔
- خانقاہی نظام نے معاشرتی امن و امان کو بڑی اہمیت دی اور ہر قسم کے فتنہ و فساد کے خاتمے اور معاشرتی امن، رواداری، اور باہمی محبت و الفت کے فروغ کے لیے اپنا مؤثر کردار ادا کیا۔
- خانقاہی نظام نے تزکیہ نفس و اصلاحِ باطن پر بڑا زور دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نظام سے وابستہ ہزاروں لاکھوں لوگوں کی زندگیوں میں جو تبدیلی آئی اس کو تاریخ کے اوراق نے محفوظ رکھا۔
- برصغیر پاک و ہند میں اشاعتِ اسلام کے حوالے سے جن ذرائع کو قابلِ ذکر سمجھا جاتا ہے بلا شبہ ان میں سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ یہی خانقاہی نظام تھا جس کو نہ صرف اپنوں نے بلکہ بہت سے غیر مسلم مستشرقین نے بھی تسلیم کیا ہے۔
- برصغیر پاک و ہند میں اسلامی عقائد کو مسخ کرنے، اسلامی شعائر کی بے حرمتی، بدعات اور غیر اسلامی عقائد و شعائر کے فروغ کی کوششوں کے راستے میں بند باندھنے اور ان کے سدّباب میں صوفیاء کرام اور ان کے خانقاہی نظام نے ہر اول دستے کا کردار ادا کیا۔
- عصرِ حاضر میں خانقاہی نظام اپنے حقیقی مقصد اور ہدف یعنی اصلاحِ باطن اور خدمتِ خلق کے حصول میں زوال پذیر دکھائی دیتا ہے۔ اس لیے صوفیاء کرام کو اس حوالے سے حضرت مجدّد کے کردار کو اپنانے کی ضرورت ہے۔

- وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس پاکیزہ روحانی نظام میں بہت سی غیر شرعی رسومات اور چیزیں شامل ہو گئی ہیں جو اس نظام کے زوال کا سبب بن رہی ہیں۔ ایسی تمام رسوم وروایات کے خاتمے کی اشد ضرورت ہے۔
- خانقاہی نظام کو از سرِ نو منظم کرنے اور اس کو اسلاف کے طریقوں سے ہم آہنگ کرنا وقت کی ضرورت اور اہل خانقاہ کی ذمہ داری ہے۔